مجلس 11

قبولیت دعا کے طریقے

اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کو مانگنا:

ارشاد فرمایا، ختم قرآن کی مجلس دراصل مجلس دعا ہوتی ہے کیونکہ ختم قرآن پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹے تو اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرو۔ جو ہر حال میں اللہ سے مانگے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا ولی بنا لیتا ہے۔ آج بیوی بچے، عہدہ، کرسی مانگنے والے تو بہت ہیں لیکن اللہ سے اللہ کو مانگنے والے بہت کم ہیں۔ آج اللہ کو اللہ سے مانگ لیجیے۔

تجھ سے تجھی کو مانگ کر ہم نے سب کچھ مانگ لیا
سو سوالوں سے یہی اک سوال اچھا ہے

سیزن کا وقت:

ارشاد فرمایا، رمضان میں کام کرلو یہ سیزن کا وقت ہے۔ ابھی نیکیاں کرنے کا سیزن لگا ہوا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ 63 قرآن رمضان میں ختم کرتے

تھے۔ یہ لوگ اگر اللہ تعالیٰ کے پاس اتنی عبادتیں لے کر پہنچیں گے تو ہم وہاں کیا لے کر جائیں گے۔ یاد رکھیں! ادھر ہمارے بہانے نہیں چلیں گے اور اگر ہم نے اپنی اصلاح احوال نہ کی تو پکڑ لیا جائے گا۔ قرآن سننا اور سنانا اتنا بابرکت ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے اصل مقصد گناہوں کی معافی مانگنا ہے۔ اس لئے اس قبولیت دعا کے موقع پر سچی اور پکی توبہ کیجئے۔ جس شخص کو دعا مانگنا نصیب ہو جائے اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سوال کرنے والوں کو اور مانگنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

طریقہ دعا:

ارشاد فرمایا، الحمدللہ رب العالمین پڑھ لیا کرو کیونکہ مفسرین نے فرمایا کہ جس نے یہ پڑھا حمد کا حق ادا کر دیا۔ دعا میں پہلے الحمد پڑھے پھر دوسرے نمبر پر درود پڑھے اور پھر اپنی درخواست پیش کرے۔ دعا کا طریقہ یہ ہے کہ سراپا دعا بن جائے۔ جتنی مضطرب ہو کر دعا مانگی جائے گی جلدی قبول ہوگی۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (مضطرب کی کون دعا قبول کرتا ہے)

اللہ تعالیٰ ہمیں دعا کی لذت نصیب فرما دے۔ جس کو یہ مل جائے وہ بڑا خوش نصیب ہوا کرتا ہے۔ یہ نہ ہو کہ زبان سے الفاظ نکل رہے ہوں اور دل متوجہ نہ ہو۔ جو دعا دل سے نکلے وہ جلدی قبول ہوتی ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

جو جائز دعا دل میں آئے وہ مانگے، اللہ دینے میں غصے نہیں ہوتا بلکہ دے کر خوش ہوتا ہے۔ اگر نہ مانگیں تو غصے ہوتا ہے کہ میرا بندہ مجھ سے سوال کیوں نہیں

کرتا۔

تہجد کے وقت کی دعا:

ارشاد فرمایا، تہجد کے وقت فرشتے ندا کرتے ہیں کہ ہے کوئی سوال کرنے والا جس کو عطا کیا جائے۔ بندہ اگر دعا مانگے اور دل کا تار اللہ تعالیٰ سے جوڑے، بڑی توجہ سے اور دل کھول کر مانگے، مانگ مانگ کر تھک جائے، تھک تھک کر بھی پھر مانگتا ہے تو پھر دعا قبول ہو جاتی ہے۔

مالی دا کم پانی دینا تے بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لانا لاوے یا نہ لاوے

مالی کا کام ہے کہ وہ پانی کی مشکیں بھر بھر کر باغ کو دے اور یہ مالک حقیقی کا کام ہے کہ پھل اور پھول لگائے یا نہ لگائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنا کام کرتے رہیں، ہم دعا مانگتے رہیں اگر نہیں مانگیں گے تو پھر نقصان اپنا ہی ہوگا۔

اہل وصف لوگ:

ارشاد فرمایا، حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا تہجد کے وقت یہ دعا مانگتیں کہ اے اللہ! دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے ہیں اب تیرا ہی در کھلا ہے اور تجھی سے مانگتی ہوں۔ اپنے آپ کو مٹا دینا عاجزی وانکساری کرنا یہ چیز بھی قسمت والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جس شاخ پر زیادہ پھل ہوتے ہیں وہ زیادہ جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ تواضع والا بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ متکبر کی دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے۔

جو اہل وصف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

تواضع کا طریقہ سیکھ لو لوگو صراحی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

حسن ظن رکھنا:

ارشاد فرمایا، دعا حسن ظن سے مانگے۔ ایک واقعہ ارشاد فرمایا، ایک دفعہ کہیں قحط پڑا ایک غلام کو دیکھا کہ خوشگوار تروتازہ چہرہ ہے کوئی فکر نہیں ہے۔ ایک فقیر نے وجہ پوچھی غلام نے کہا، مجھے قحط کی کیا پرواہ ہے۔ میرا آقا بڑا مالدار ہے۔ اس فقیر نے کہا، میں بھی تو اس کا بندہ ہوں جو ہر چیز کا مالک ہے پھر مجھے بھی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بھی اپنے اللہ سے حسن ظن رکھتا ہوں۔ وہ مجھے بھی دے گا۔ حدیث مبارکہ ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِی میں بندے کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے ''اے اللہ! میرے لئے یہی عزت کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے اور میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں'' اسی طرح ہم مانگیں اور حسن ظن سے مانگیں، دل کھول کر مانگیں پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح جھولیاں بھر بھر کے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کتنے غفور و رحیم ہیں:

ارشاد فرمایا، اللہ نے اپنے بندوں کو معاف کرنے کے لئے قسمیں اٹھا رکھی ہیں۔ اس لئے وہ ضرور معاف کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ لیا ہے۔ وہ پروردگار جو دوسروں کو حکم دیتا ہے کہ فَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا معاف کر دو اور درگذر کرو۔ سوچیں کہ وہ خود کتنا زیادہ معاف کرنے والا ہے۔ سینکڑوں بندے روزمرہ زندگی میں ایک دوسرے کو معاف کرتے رہتے ہیں۔ پھر بھلا ان تمام بندوں کا پروردگار کتنا

زیادہ معاف کرنے والا ہوگا۔ انسان میں ہزاروں خامیاں ہیں مگر پھر بھی اسے معاف کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ وہ پروردگار تو پاک وصاف اور مہربان ہے۔ سوچیں ذرا کتنا زیادہ معاف کرنے والا ہوگا۔ کمی ہماری ہے کہ ہم اس سے معافی مانگتے نہیں ہیں بلکہ بعض دفعہ تو مانگنا یاد ہی نہیں رہتا اور غافل بنے رہتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں۔ بلکہ کوئی بھی حاجت اور ضرورت ہو تو اسی پروردگار سے سوال کریں۔ اس سے بڑھ کر کوئی بھی بڑا ذریعہ نہیں ہے۔ دنیاوی ذرائع پر کبھی بھی اعتبار نہ کریں کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا جب تک اللہ رب العزت کی مدد شامل حال نہ ہوں۔

؎ دل میں تو کبھی ضعف عقیدت کو جا نہ دے
کوئی کچھ دے نہیں سکتا اگر اللہ نہ دے

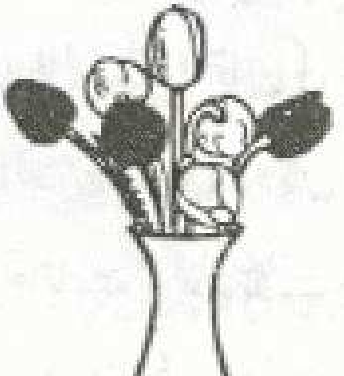

مجلس 12

اخلاص

دنیا امتحان گاہ:

ارشاد فرمایا، نبی علیہ السلام کے ارشادات گرامی اتنے جامع ہیں کہ زندگی بھر بھی ان کا ذکر کرتا رہے تو بھی ان کی حکمتیں بیان نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ اتنے اختصار سے بڑی بڑی چیزوں کو بیان کر دیتے تھے جیسا کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا، اُوْتِیْتُ جَوَامِعُ الْکَلِم مجھے جامع باتیں دی گئی ہیں۔ دنیا امتحان گاہ ہے۔ کوئی طالب علم امتحان کی تیاری کر رہا ہو تو اس کو سر کھجانے کا بھی وقت نہیں ملتا، والدین اس کی مدد نہیں کر سکتے کیونکہ یاد تو خود کرنا پڑتا ہے۔ دوست احباب سے تعلقات کم کر دیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اگر کامیاب ہو گیا تو وہ اس کے لئے اعزاز ہو گا۔ اسی طرح انسان کی زندگی ہے جب انسان روز محشر اللہ تعالیٰ کے روبرو جائے گا تو معلوم ہو گا کہ یہ کامیاب ہوا یا ناکام ہوا۔

نیکی کی فصل:

ارشاد فرمایا، وقت بہر حال گزر جایا کرتا ہے اگر نیکی کمائے گا تو بھی اور اگر

برائی کمائے گا تو بھی نتیجہ دیکھ لے گا۔ یہ نیکی کمانے کا زمانہ ہے اس نیکی کی فصل کو کاشت کرو گے تو آخرت کی کٹائی ہو گی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے لمبی عمر پائی اللہ تعالیٰ نے وفات کے بعد پوچھا کہ تو نے زندگی کو کیسے پایا؟ انہوں نے فرمایا، جیسے مکان میں ایک دروازے سے داخل ہوا اور دوسرے سے باہر نکل گیا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس تھوڑی سی عمر میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں اکٹھی کر لیں تا کہ قیامت میں سرخرو ہو سکیں۔ اوقات کو بے کار ضائع کر دیا تو پچھتاوا ہی پچھتاوا ہو گا۔

ایمان کی حفاظت:

ارشاد فرمایا، دعا کریں ہمیں اللہ تعالیٰ ایسی طبیعت عطا کر دے کہ سنت طبیعت کا تقاضا بن جائے اور خلاف سنت کرنا ایسا ہو جیسے سر پہ پہاڑ آ پڑا ہو۔ سنت کا غم کرنے والے بہت کم ہیں اور سنتوں کو ذبح کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ پہلے زمانے میں احد پہاڑ کے برابر ایمان والے بھی اپنے ایمان کے بارے میں لرزاں و ترساں رہتے تھے اور ہم ٹمٹماتے ایمان والے اس زمانے میں اپنے ایمان کی حفاظت سے ہی بے فکر ہیں۔ ساری دنیا سے آگاہی حاصل کرنے والا اپنے آپ سے آگاہی حاصل نہیں کرتا۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے نفس کی برائی کو پہچان لیا پس اس نے گویا اپنے رب کو پہچان لیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ:

ارشاد فرمایا، زندگی ایک نعمت ہے، ایک مہلت ہے، اس قدر قیمتی ہے کہ اگر ہم اس کو کما لیں تو آخرت میں بڑے بڑے مرتبے حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

کے نیک بندے جب رخصت ہوتے ہیں تو آسمان کے دروازے جن سے رزق آتا تھا اور وہ زمین جس پر انسان ذکر کرتا تھا وہ روتے ہیں۔ حضرت سعدؓ کی جب وفات ہوئی تو ان کے جنازے میں حضورﷺ پنجوں کے بل ایڑیاں اٹھا کر چل رہے تھے۔ کسی نے سوال کیا کہ آج آپﷺ کو اس انداز میں چلتے ہوئے دیکھا کہ پہلے اس طرح کبھی نہ دیکھا تھا۔ حضورﷺ نے فرمایا، سعدؓ کے جنازے میں شرکت کے لئے اتنے فرشتے اترے کہ مجھے پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ آج وقت ہے جتنی جلدی ہو سکے اپنے رخ کو بدل لیں اور کسی لمحہ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے اصلاح کر لی ہے بلکہ زندگی بھر اپنی اصلاح کے لئے لگا رہے۔

اصل کامیابی:

ارشاد فرمایا، ہمیں بندگی کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے بھی بندگی کرنا ہے۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہم غافل ہو جاتے ہیں۔ اپنی اچھائی برائی کا تجزیہ نہیں کرتے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک آدمی کے پاس سے گزر ہوا نہ فرائض کی پابندی ہے نہ واجبات کی پابندی اور حرام کے مال سے پرورش پانے والا ہے۔ کسی نے پوچھا، کیسی گزر رہی ہے؟ اس نے کہا، جو گزر رہی ہے واہ واہ ہے۔ فرمایا، واہ واہ نہیں بلکہ آہ آہ ہے۔ اس دنیا میں تو عیش کر رہے ہیں اصل مسئلہ تو اخروی زندگی کا درپیش ہے۔ ارشاد فرمایا، کامیابی اور واہ واہ اس کے لئے ہے جس نے آخرت کے لئے تیاری کر لی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ کر لیا۔

زبان کی تاثیر:

ارشاد فرمایا، سلف صالحین اپنے کلام کو لکھ لیا کرتے تھے اور رات کے وقت اس کا جائزہ لیتے کہ کیا ٹھیک تھا کیا غلط تھا۔ ہمیں ہمیشہ اپنی گفتگو کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ عقلمند کی زبان دل میں ہوتی ہے اور بے وقوف کا دل بھی زبان میں ہوتا ہے۔ زبان ایسی چیز ہے جس کی تاثیر دلوں میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیتی ہے۔ زبان کی نرمی جہاں اثر کر سکتی ہے وہاں تلوار کی تیزی بھی کام نہیں کرتی۔ اس لئے زبان کا استعمال ہمیشہ سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے۔ سخت کلمات بولنے سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے۔

جنت والے کی طلب:

ارشاد فرمایا، کتنے ہی لوگ تھے کہ موت کے وقت انہیں جنت دکھائی گئی تو فرمایا ہمیں تو جنت والے کی طلب ہے۔ حضرت ممشاد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے 20 سال تک جنت پیش کی جاتی رہی۔ ایک شاگرد سے فرمانے لگے مجھے تو جنت والے کی طلب ہے۔ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ وقت قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ بلی کی آنکھیں بند ہوں یا چلتی پھرتی ہو چھچھڑوں کے خواب دیکھ رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح مومن جاگتے سوتے بیٹھتے اٹھتے ہر وقت یاد الٰہی اور رضائے الٰہی کی فکر میں ہوتے ہیں۔

؎ غنیمت سمجھ زندگی کی بہار
آتا نہ ہوگا یہاں بار بار

نیت اور ارادہ میں اخلاص:

ارشاد فرمایا، زندگی کی باقی اشیاء تو پھر بھی کبھی نہ کبھی مل جایا کرتی ہیں لیکن

زندگی پھر نہیں مل سکتی۔ نازک اندام نازنین اور وقت کے اطباء بھی اپنی زندگی کو بڑھا نہیں سکتے۔ ہر روز ہر دن ہمارا ارادہ ہو کہ آج ہم نے گناہوں کے بغیر دن گزارنا ہے۔ کاش ہماری زندگی میں کوئی ایک دن تو ایسا ہو جس میں ہم گناہ نہ کریں۔ جو وقت گزر چکا تو گزر چکا اب ہر دن یہ نیت کریں کہ ہم نے کسی صورت میں بھی گناہ کی طرف نہیں جانا اگر ارادہ ہی نہ ہو تو پھر کیا ہو سکتا ہے۔ نیت اور ارادہ میں اخلاص کی دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں اور ارادوں کو خالص کر دے۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

زندگی کا حقیقی مزا:

ارشاد فرمایا، غافل آدمی تو جیتے ہوئے بھی ہارا ہوا ہوتا ہے۔ کاش یہ جسم جو دنیا کے کاموں میں تھکتا ہے یہ عبادت میں تھکے۔ پھر زندگی کا حقیقی مزہ آئے گا۔ اسٹیشن، ائیر پورٹ وغیرہ پر ایک مخلوق ہے کہ دنیا کے لئے جاگ رہی ہے۔ اس امید پر کہ ہمیں 50 روپے مل جائیں گے۔ کیا ہم نے رات جاگنے کو 50 روپے کے برابر بھی نہیں سمجھا۔ جب دودھ زمین پر انڈیل دیا جائے پھر رونے کا فائدہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر زندگی کی مہلت ختم ہو جائے تو پھر رونے کا فائدہ نہیں ہے۔ آج ہم اپنی زندگی کے تمام نقصان کی کمی پوری کر سکتے ہیں۔ ہمیں تو ہر لمحہ توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ ہم تو ایسے ہیں کہ نیکیاں تو جو چند ایک ہوتی ہیں انہیں یاد رکھتے ہیں مگر گناہوں کی کثرت کو بھول جاتے ہیں۔ بڑے بڑے گناہ بھی یاد نہیں رہتے کہ کیئے بھی ہیں یا نہیں۔

سچی توبہ:

ارشاد فرمایا، مفہوم حدیث ہے کہ ایک آدمی نے 99 قتل کیئے پھر اس نے

توبہ کی۔ جب توبہ کا ارادہ ہوا تو ایک عابد کے پاس گیا اور کہا کہ میں توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہم ہوتے تو جواب دیتے کہ سوچو ہے کھا کر بلی حج کو چلی۔ ایک مہمل سی بات ہے لیکن انسان چاہے کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو توبہ کا دروازہ کھلا ہے، توبہ ہو سکتی ہے۔ اس قاتل نے پوچھا میرے لئے توبہ کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے؟ اس آدمی نے کہا تیری کوئی بخشش نہیں۔ اس نے اس آدمی کو بھی قتل کر دیا۔ 100 قتل پورے ہو گئے پھر وہ قاتل ایک اور عالم کے پاس گیا اس نے کہا فلاں بستی میں باعمل علما ہیں وہاں چلے جاؤ۔ وہ معافی کے تصور اور توبہ کے ارادے سے جا رہا ہے، راستے میں موت آ گئی۔ دونوں قسم کے فرشتے آ گئے، نیکی کے بھی اور بدی کے بھی۔ دونوں میں مباحثہ ہو گیا کہ روح کون قبض کرے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ دونوں طرف کی زمین کی پیمائش کرو۔ جب پیمائش کی جاتی ہے تو نیکی کی طرف راستہ طویل ہو جاتا ہے اور برائی کی طرف کا راستہ جو چھوڑ چکا ہوتا ہے وہ سکڑ جاتا ہے۔ پس اس بندے کی روح نیک روحوں والے فرشتے قبض کرتے ہیں۔

حضرت فتح علی رحمۃ اللہ علیہ کا خلوص:

ارشاد فرمایا، حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت فتح علی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ بالکل ان پڑھ تھے لیکن بڑے بڑے علما ان کے مرید تھے۔ جب خلافت ملی تو انہوں نے کہا، حضرت مجھے تو کچھ نہیں آتا۔ فرمایا، بس اللہ تعالیٰ کام کر دے گا۔ انتہائی خدمت گار تھے، سون سکیسر کے علاقے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سی زمین لوگوں نے خانقاہ کے لئے دے رکھی تھی۔ اس میں ایک جگہ چٹان تھی اگر توڑ دی جاتی تو کافی زمین آباد ہو جاتی کیونکہ دریا کا راستہ مختصر

ہو جاتا۔ بس حضرت فتح علی رحمۃ اللہ علیہ نے اکیلے ہی چٹان کو توڑ دیا۔

خلافت ملنے کا واقعہ سناتے ہوئے ارشاد فرمایا، ایک دفعہ حضرت فتح علی رحمۃ اللہ علیہ گارا بنا رہے تھے، سخت گرمیوں کے دن تھے اور عین دوپہر کے وقت گارا بنا رہے تھے۔ پسینے سے شرابور کام میں لگے ہوئے تھے۔ اتنا خلوص کہ گرمی کا بھی کوئی خیال نہیں اور اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ حضرت سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ پڑی تو اسی وقت انہیں بلا کر خلافت کی ذمہ داری سونپ دی۔ بعض مشائخ استخارہ کے بعد خلافت دیتے ہیں، بعض الہامی کیفیت کے بعد اور بعض حضور ﷺ سے واضح اشارہ پا کر خلافت دیتے ہیں۔ پیر غلام حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو خلافت کا لالچ لے کر آئے تو وہ شرک خفی میں مبتلا ہے۔

مجلس 13

مساجد کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جگہیں:

ارشاد فرمایا، رمضان المبارک میں ہر ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برس رہی ہوتی ہیں۔ متقی و پرہیزگار آدمی نہ صرف مسجد کی رونق کا باعث ہیں بلکہ برکت کا باعث بھی بنتے ہیں۔ جس نے کسی نیک کام کی بنیاد رکھی جب تک وہ کام ہوتا رہے گا تو اسے ثواب ملتا رہے گا۔ ایک دفعہ جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں آئے، حضور ﷺ نے پوچھا، اللہ تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ جگہیں کونسی ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، پوچھ کر بتاؤں گا۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ جگہیں مسجدیں اور ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔ جس کو مسجد کی محبت عطا ہو جائے تو وہ اس کے ایمان کی علامت ہوا کرتی ہے۔ مفہوم حدیث ہے کہ مومن مسجد میں ایسے ہوا کرتا ہے جیسے مچھلی پانی میں ہوا کرتی ہے۔

باجماعت نماز پڑھنے کے لئے 1200 میل کا سفر طے کرنا:

ارشاد فرمایا، سلف صالحین میں سے جب کوئی رہنے کے لئے مکان

ڈھونڈتے تو پہلے دیکھتے کہ مسجد قریب ہے یا نہیں۔ بعض ایسے مقامات بھی دیکھنے میں آئے جہاں بہت نمازی ہیں تو وہاں بار بار جماعت کرانا پڑتی ہے۔ جن مساجد میں جماعت نہیں ہوتی اس کے قرب و جوار میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے یہ لمحہ فکر یہ ہے۔ فرمایا، ایک دفعہ میں امریکہ میں گیا تو 60یا70 میل دور مسجد ہوتی۔ اگر 20 میل دور ہوتی تو قریب سمجھی جاتی۔ ہمیں تو مساجد قریب ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ واشنگٹن میں ایک جگہ بیان کیا اور اس کے بعد ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی اور پوچھا کتنی دور سے آئے ہو؟ کہا، کچھ دور سے آیا ہوں۔ میں نے کہا، دو یا تین سو میل دور سے آئے ہوں گے۔ وہ بتانے لگا کہ صرف جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے 1200 میل کا سفر طے کر کے آیا ہوں۔ اور ہم مسجدیں قریب ہونے کے باوجود پابندی سے مسجد میں نہیں جاتے تو قیامت میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔

مسجد کی صفائی:

ارشاد فرمایا، مسجد کے بنانے والے ایسے ہیں گویا جنت میں اپنا گھر بنا رہے ہیں۔

؎ خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد

حدیث پاک میں ہے کہ مسجدیں بیت اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے جس نے اذان سنی اور نماز کے لئے نہ آیا تو اتنا نقصان ہو گیا جیسے کسی کے گھر بار وغیرہ کو آگ لگ گئی۔ یہ ایک نماز کا نقصان ہے پانچ نمازوں کا سوچیں کہ کتنا بڑا نقصان ہوگا۔ پہلے زمانے میں پڑوسی خواتین مسجد کی صفائی کا

اپنے خاوند کے ساتھ تہجد کے وقت فجر سے پہلے انتظام کرتیں یہ ان کے دل کی صفائی کا باعث ہوتا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کے گھر کو صاف رکھنے کی کوشش کرے گا اللہ اس کے دل کو روشن کر دے گا اور دل کی روشنی تمام روشنیوں سے اعلیٰ وارفع ہے اس لئے ضروری ہے کہ دل کی روشنی کی دعا کریں۔

؎ دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

مجلس 14

ایمان کی حفاظت

زندگی اور شرمندگی:

ارشاد فرمایا،

؎ زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

اگر انسان میں بندگی نہ ہو تو وہ گندا ہوتا ہے۔ ایک بزرگ اپنی جماعت کے ساتھ کہیں جارہے تھے۔ گند کے قریب سے گزرنے لگے تو کھڑے ہو گئے۔ لوگ حیران کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہاں آکر رک گئے۔ کسی نے دریافت کیا، آپ یہاں آکر کیوں رک گئے؟ فرمایا، اس گندگی نے مجھ سے زبان حال سے گفتگو کی ہے۔ اے انسان! تو اپنی حقیقت کو سمجھ لے کہ میں کتنی خوشنما میوے تھی، تیری تھوڑی دیر کی صحبت نے مجھے بدبودار بنا دیا۔ میں ذائقہ دار پھل اور کھانے تھی مگر تھوڑی دیر تیرے اندر رہ گئی تو بدبو ہی بدبو بن گئی۔ بندہ تو وہی ہے جس میں بندگی ہو ورنہ وہ گندگی کا ڈھیر ہے۔

گناہ کا وبال:

ارشاد فرمایا، جوانی کا نشہ شاید شراب کے نشے سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ جوانی اگر مستانی دیوانی بن جائے تو بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔ مال کو اگر اپنی خواہشات کے لئے خرچ کیا تو وبال بن جاتا ہے۔ مال و دولت کا بھی ایک نشہ ہوتا ہے۔ جب تک کسی کامل کے ہاتھ نہ لگیں تب تک یہ نہیں اترتا۔ کتنے لوگ تھے جو نیکی کے لئے آج کل کرتے رہے اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ سوچیں جو ہم کماتے ہیں وہ اکثر دوسروں کے لئے ہوتا ہے۔ مگر گناہ کا وبال کسی اور کے سر نہیں ہوتا وہ ہم نے اپنے سر لے لیا ہوتا ہے۔

ایمان کی کشتی:

ارشاد فرمایا، جو دنیا کو پرے دھکیل دے دنیا اس کے پیچھے چلتی ہے۔ مال و دولت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کا استعمال اسے اچھا یا برا بنا دیتا ہے۔ یاد رکھو! ہمیں اسے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنانا ہے۔ مال کی مثال پانی اور کشتی کی سی ہے۔ اگر مال دل کے اندر آ جائے تو یہ بھی ایمان کی کشتی کے ڈوبنے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔ حلال کا مال ایمان کی کشتی کو چلانے میں مدد دیتا ہے۔ مثل مشہور ہے سونے کی کنجی ہر قفل کو کھول دیتی ہے۔

مال و دولت ایک فتنہ ہے:

ارشاد فرمایا، اچھے اچھے لوگ جب مال و دولت کو دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں۔ مال و دولت انسان کے لئے فتنہ بن جایا کرتا ہے۔ انسان کے پاس جب مال و دولت آ جائے تو وہ اپنوں کو بھول جاتا ہے اور جب انسان مال و دولت سے جدا ہو جائے یعنی مر جائے تو لوگ اسے بھلا دیتے ہیں۔ مال و

دولت کا موجود ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔ نقص نہیں ہے دنیا دار مال والے کو نہیں کہتے دنیادار صرف امیر آدمی کو نہیں کہتے۔ دنیا داری اللہ سے غفلت کو کہتے ہیں۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

والدین کے چہرے پر محبت کی نظر ڈالنا:

ارشاد فرمایا، ایک دفعہ حضورﷺ کی خدمت میں ایک بوڑھا ایک نوجوان کا سہارا لے کر حاضر ہوا۔ اس بوڑھے نے نبیﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں باپ ہوں یہ میرا بیٹا ہے۔ جب یہ کمزور تھا میں طاقتور تھا، جب یہ غریب تھا میں امیر تھا، جب یہ محتاج تھا میں اس کا مددگار تھا۔ آج یہ میرا مددگار نہیں بنتا۔ وہ بوڑھا یہ کہہ کر رو پڑا۔ حضورﷺ بھی رو پڑے اور بیٹے سے فرمایا، تو اور تیری دولت تیرے باپ کی ہے، تیرا باپ جنت کا دروازہ ہے تو چاہے تو اسے کھول لے چاہے تو بند کر لے۔ اگر کوئی اپنے باپ کے چہرے پر ایک نظر محبت کی ڈالے گا تو اسے ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا، جو بار بار دیکھے گا۔ فرمایا، جو بار بار دیکھے گا تو بار بار ہر نظر کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا۔

اولاد کے لئے دعائیں:

ارشاد فرمایا، انسان جس اولاد کے لئے اپنے بچپن سے لے کر بڑھاپے تک دعا کرتا رہتا ہے مثلاً نماز میں رَبِّ اجْعَلْنِی پڑھنے کی دعا کی گئی پھر اس کے بچے جن کی خاطر اس نے ڈھیروں دعائیں کی ہوتی ہیں وہ اس کی عزت نہیں کرتے تو اس کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ فرمایا ایک ہوتا ہے دعائیں کروانا

ایک ہوتا ہے دعائیں لینا۔ دعائیں کروایا نہ کریں بلکہ دعائیں لیا کریں۔ ماں باپ کی خدمت کر کے ان سے دعائیں لیں۔

قبولیت دعا کا وقت:

ارشاد فرمایا، اگر کوئی ولی یا وقت کا قطب آ کر بتائے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے تو کیا حال ہوگا۔ اگر فرض کریں کوئی صحابیؓ آ کر بتائے کہ اس وقت دعا کرو تو کیا حالت ہوگی۔ اب بتائیں کہ اگر نبیوں کے سردار اور محبوب آقا ﷺ کہیں تو کتنی بڑی بات ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ افطاری کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔ جو بھی دعا دل سے کریں گے قبول ہوگی۔ کسی کا محبوب کاروبار، کسی کا محبوب عہدہ، کسی کی محبوب عورت، بھلا ایسوں کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ دعا کے لئے تو دل مضطرب چاہئے جو اللہ کی یاد میں بے چین ہو۔

سچے دل سے نکلی ہوئی دعا:

ارشاد فرمایا، حجاج بن یوسف نے دیکھا ایک نابینا بوڑھا مقام ابراہیم کے قریب بیٹھا اپنی آنکھوں کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔ بعض جگہ آیا ہے کہ غلاف کعبہ کو پکڑ کر اپنی آنکھوں کی بینائی کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔ حجاج نے کہا، بوڑھے میں طواف کر رہا ہوں پانچ چکر باقی ہیں میرے طواف سے پہلے پہلے دعا قبول ہونی چاہئے ورنہ تمہیں قتل کروادوں گا۔ اب بوڑھا تڑپ اٹھا اور کہا پہلے تو آنکھ کا سوال تھا اب تو پوری زندگی کا سوال ہے۔ دل نے دعا نکلی اور عرش تک جا پہنچی اور قبولیت حاصل ہوگئی۔ حجاج نے کہا اگر تو پہلے طریقے پر یعنی بغیر عاجزی کے مانگتا رہتا تو قیامت تک دعا قبول نہ ہوتی۔ جب پوری طرح متوجہ ہو کر دل کی گہرائیوں سے مانگیں تو اللہ کی رحمت فوراً متوجہ ہوتی ہے۔

متوجہ ہو کر مانگیں:

ارشاد فرمایا، ایک روپیہ مانگنے والے سوالی کا ہاتھ زبان آنکھ بلکہ پورا جسم سراپا سوال بنا ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ سے اللہ کو مانگتے ہوئے کیا طریقہ ہونا چاہئے اگر کسی امیر کے آگے ہاتھ پھیلائے اور چہرہ کسی اور طرف کرے تو کیا ملے گا۔ اگر ایک دنیا دار کے دروازے پر چلے جائیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے دروازے پر آ گیا مجھے ٹالتے ہوئے شرم آتی ہے تو رب تعالیٰ کا بھلا کیا معاملہ ہوگا۔ جو دعا دل سے نہ نکلے وہ پھٹے پرانے کپڑے کی طرح منہ پر ماردی جاتی ہے۔ ایک بزرگ تھے، جب دعا مانگتے تو فرماتے کہ ہماری دعا قبول ہوگئی۔ کسی نے پوچھا، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا، جب اتنے زیادہ آدمی چار آنے لینے کے لئے کسی امیر کے دروازے پر چلیں جائیں تو کیا وہ نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو بخشش دینا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے۔

اللہ کے فضل سے:

ارشاد فرمایا، دارالعلوم دیو بند کے ایک خادم تھے۔ جن کا تکیہ کلام تھا اللہ کے فضل سے۔ ایک رات تہجد کے لئے اٹھے تو دیکھا کہ چور مال کے کمرے میں تالا توڑ رہے تھے یہ تہجد اور نفلیں پڑھنے لگ گئے اور آخر میں ان چوروں کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا کہ یہ ساری رات نہیں ٹوٹا تو اب کیا ٹوٹے گا۔ وہ بھاگ گئے۔ یہ خادم فجر کی نماز پڑھنے مسجد آئے تو مولانا سے آکر اپنے تکیہ کلام کے مطابق کہا، آج تو اللہ کے فضل سے اللہ کا غضب ہوگیا۔ مولانا نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو۔ وہ خادم چوروں کا واقعہ بیان فرمانے لگے، اگر یہ قیامت تک بھی توڑتے رہتے تو تالا نہیں توڑ سکتے تھے کیونکہ میں نے مال کی زکوٰۃ ادا کی ہوئی

ہے۔

ہمارے ایمان کی حالت:

ارشاد فرمایا، عورتیں زیورات کی انشورنس کے پیسے تو بھر دیتی ہیں لیکن زکوۃ ادا کر کے انشورنس اللہ کے ہاں نہیں کرواتیں۔ اگر ہم بنک میں مال رکھوا دیں تو ہمیں حفاظت کا یقین ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کے ہاں رکھ دیں تو ہمیں بے یقینی ہونے لگتی ہے۔ یہ ہمارے ایمان کی حالت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ زکوۃ ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں انشورنس کروالیں۔ بعض لوگ چڑھتے سورج کے پجاری ہوتے ہیں۔ حاکم وقت کی ریح نکلنے پر بھی الحمد کہیں گے مگر غریب کی بات سننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوگا۔

پیسے سے ہر چیز نہیں خریدی جاسکتی:

ارشاد فرمایا، آج جھگڑوں کا بنیادی سبب زن، زر اور زمین ہے۔ زن اور زمین بھی آج زر کی محتاج ہے۔ کسی عورت کو 60 سال کی عمر کے مالدار آدمی کا پیغام ملے تو شادی کے لئے تیار ہو جائے گی۔ لیکن غریب متقی پرہیزگار آدمی سے شادی نہیں کرے گی۔ آج کل تو انسان یہ سمجھتا ہے کہ روپے پیسے سے وہ ہر چیز خرید سکتا ہے لیکن غور کریں کہ مال سے بستر تو خرید سکتے ہیں مگر نیند و آرام تو نہیں خرید سکتے، پیسے سے لباس تو خرید سکتے ہیں مگر حسن تو نہیں خرید سکتے۔

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا:

ارشاد فرمایا، مال و دولت کے اکٹھا کرنے سے اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کر سکتے بلکہ خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کی مجلس کے پاس ایک امیر کا گزر ہوا تو لوگوں نے کہا کہ اگر کسی کو نکاح کا پیغام دے تو قبول کر لیا

جائے اور بات کرے تو لوگ توجہ سے سنیں۔ پھر ایک غریب شخص کا گزر ہوا تو لوگوں نے کہا کہ اس کو نہ کوئی قرض دے نہ کوئی نکاح کا پیغام قبول کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس امیر جیسوں سے خواہ دنیا بھر جائے اس غریب کے برابر نہیں ہو سکتے۔

محنت کرنا عبادت ہے:

ارشاد فرمایا، انسان کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ انسان سوچ لے کہ تنگی میں صبر اور فراخی میں شکر کرنا ہے۔ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ (کمانے والا اللہ کا دوست ہے) محنت کرنا عین عبادت ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ ہماری نمازیں قضا ہو جائیں۔ حدود کے اندر رہتے ہوئے مال کمانا محنت کرنا بھی عبادت ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ اے پیارے پیغمبر! اگر تجھے سڑی ہوئی سبزی مل گئی تو یہ سوچ کہ میرے رب نے رزق کی تقسیم کے وقت میرا بھی خیال رکھا۔ کچھ تو بندے کی ضروریات ہوتی ہیں جو کہ بنیادی چیزیں ہیں اور کچھ خواہشات ہوتی ہیں۔ خواہشات تو لامحدود ہیں ان کی تو کوئی حد نہیں ہے۔ ضرورت سے زائد خواہشات ترک ضروری ہے۔

اعتکاف سے افضل عمل:

ارشاد فرمایا، حضور ﷺ کی پوری عمر مبارک میں تین دن متواتر ایسے نہیں آئے کہ پیٹ بھر کر کھایا ہو اور ہم دن میں تین تین دفعہ پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ اس کے باوجود ناشکری کے بول بولتے پھرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک غمزدہ شخص آیا اور کہا مجھ پر فلاں کا قرض ہے اور میں اس پر قادر نہیں ہوں کہ قرض ادا کروں۔

حضرت ابن عباسؓ اس وقت اعتکاف میں تھے اسی وقت اعتکاف سے باہر آئے اور حدیث سنائی جو اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کی مدد کے لئے کوشش کرے گا وہ 10 سال کے اعتکاف سے افضل ہے۔

اعتکاف کا ثواب:

ارشاد فرمایا، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے جو دس دن کا نفلی اعتکاف کرتا ہے اسے دو حجوں اور عمروں کا ثواب ملتا ہے۔ جو عصر و مغرب کے درمیان اعتکاف کرتا ہے تو اس کے لئے جنت میں ایک محل بنایا جاتا ہے۔ دوران اعتکاف درود و استغفار اور تلاوت قرآن پاک کی کثرت کریں، قضا نمازیں ادا کریں اور اس وقت کو قیمتی بنالیں۔

زندگی اور وقت میں برکت:

ارشاد فرمایا، قرآن کا مہینہ ہے اس لئے اس میں کثرت تلاوت ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ اس مہینہ میں ایسا ٹائم ٹیبل ہونا چاہئے کہ ایک ایک منٹ استعمال ہو جتنی وقت کی حفاظت کریں گے وقت میں برکت ہوتی جائے گی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دن رات اللہ والوں کے پاس بھی 24 گھنٹے کے ہوتے ہیں مگر ان میں برکت ہو جاتی ہے۔ گناہ چھوڑنے سے زندگی میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم جب بازار سے کپڑا خریدتے ہیں تو وہ کپڑا خریدنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا عرض لمبا ہوتا ہے کیونکہ اس طرح کپڑا زیادہ آتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے وقت کا عرض لمبا فرما دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اسی 60-50 سالہ زندگی میں وہ بڑے بڑے کام اور بڑی بڑی کتابیں لکھ دیتے ہیں۔

مجلس 15

مصروفیات کے بہانے

موت کو قریب سمجھنا:

ارشاد فرمایا، اللہ والوں کے دن نیکیوں سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کی راتیں بھی ان کے دنوں کی طرح نیکیوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ ہمارے بزرگ 40 سال کی عمر میں اپنے بستر لپیٹ دیا کرتے تھے کہ اب ٹانگیں پھیلا کر غفلت کی نیند سونے کا وقت گزر گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، میری امت کی عمریں 60 اور 70 سال کے درمیان ہوں گی اس سے زیادہ عمر کے بہت کم لوگ ہوں گے۔ حضور ﷺ نے ایک صحابیؓ سے پوچھا موت کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ صحابیؓ نے جواب دیا جب نماز پڑھتا ہوں تو اتنا یقین نہیں ہوتا کہ چار رکعت بھی پوری کر سکوں گا یا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری تو یہ کیفیت ہے کہ ایک طرف سلام پھیر لیا اب یہ یقین نہیں ہے کہ دوسری طرف سلام پھیر سکوں گا یا نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو جتنا زیادہ نیک ہوتا ہے وہ اتنا زیادہ موت کو قریب سمجھتا ہے اور جو جتنا زیادہ غافل ہوتا ہے وہ اتنا زیادہ موت کو دور سمجھتا

ہے۔

ظہر و عصر کے بعد کا وقت:

ارشاد فرمایا، ہم 50 سال کے قریب عمر کے لوگ اپنی زندگی کے ظہر اور عصر کے بعد کا وقت گزار رہے ہیں۔ ظہر و عصر کے بعد سورج غروب ہوتے دیر نہیں لگا کرتی۔ ہماری زندگی کا یہ سورج پتہ نہیں کس وقت غروب ہو جائے۔ ہماری مثال بھی اس غلام کی طرح ہے جو بھاگنے کے بعد واپس آ جائے اور پھر اپنے آقا سے معافی چاہے۔ ہم بھی اپنے آقائے حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں اور اس غلام کی طرح کہیں آقا و مولا معاف فرما دے۔ وہ بندے کی فریاد رد نہیں فرماتا۔

مال و دولت کی مثال:

ارشاد فرمایا، مفہوم حدیث ہے مال کی قدر کرو غربت سے پہلے، مال و دولت کی مثال چھری کی طرح ہوتی ہے چھری نہ اچھی ہوتی ہے نہ بری ہوتی ہے اس کا استعمال اسے اچھا یا برا بناتا ہے۔ اسی چھری سے سبزی پھل کاٹیں گے تو استعمال اچھا ہوگا اگر کسی کا گلا کاٹیں گے تو استعمال برا ہوگا۔ اسی طرح مال و دولت ہے اگر مال کو دوسروں کے دکھ بانٹ لینے کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ بڑی بات ہے اگر اسے لوگوں کے حقوق پامال کرنے اور اپنی طاقت کا سکہ بٹھانے کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ وبال بن جائے گا۔ مال وبال بھی ہے ذوالجلال بھی ہے۔ ہمارا جسم مکان کی مانند ہے اور روح مکین کی طرح ہے۔ جسم اور روح کی ضروریات مختلف ہیں جسم کی ضروریات مادہ سے تعلق رکھتی ہے اور روح کی ضروریات تجلیات سے تعلق رکھتی ہیں جو کہ ذکر اذکار سے حاصل ہوتی

ہیں۔

صبر و برداشت سے کام لینا:

ارشاد فرمایا، مفہوم حدیث ہے قریب ہے کہ تنگدستی تمہیں کفر تک پہنچا دے۔ پنجابی کا مقولہ ہے کہ پیٹ نہ پیاں روٹیاں تے سبھی گلاں کھوٹیاں (جب تک پیٹ میں روٹیاں نہ پڑیں تمام باتیں کھوٹی نظر آتی ہیں) جب تک انسان میں صبر و برداشت کی خوبیاں وغیرہ پیدا نہ ہوں تو غربت سے کفر کا خطرہ رہتا ہے۔ ارشاد فرمایا، جن لوگوں کی نظر مادہ سے پرے دیکھنے کی عادی نہ ہو تو انہیں مال و دولت ہی سب کچھ نظر آتا ہے۔ جس کے پاس مال و دولت آ جائے تو برائیاں چھپ جاتی ہیں جس طرح پانی زمین کے نشیب و فراز کو ڈھانپ دیتا ہے اسی طرح مال کے ذریعے دولت مند کے نقائص ظاہر بین لوگوں کے نزدیک ڈھک جاتے ہیں۔ لیکن اہل اللہ سے نہیں چھپتے۔

برائی کی دلیل:

ارشاد فرمایا، میں آج کل کے دولت مندوں کی ذہنیت کا تجزیہ کر رہا ہوں کہ وہ کس طرح کی سوچ رکھتے ہیں۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ دولت پری کو شیشے میں بند کر سکتی ہے بلکہ شیرنی کا دودھ بھی خریدا جا سکتا ہے۔ دولت آتی ہے تو انسان کو اندھا بنا دیتی ہے اور جاتی ہے تو آدمی کو بے وقوف بنا دیتی ہے۔ شیطان دولت کے پجاری کو دلائل بھی سمجھاتا ہے۔ راشی سے بات کریں تو کہے گا کہ رشوت اپنے لئے نہیں بلکہ بیوی بچوں کے لئے لیتا ہوں۔ یہ اس کی نفس پرستی ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ بیوی بچوں کا پیٹ حرام ہی سے پالنا ہے۔ آج کل ہر برائی کی دلیل نکالی جاتی ہے حتیٰ کہ عصمت فروش عورت بھی، قتل کرنے والا شخص بھی کوئی دلیل گھڑ لیتا

ہے۔ یہاں تک کہ انسان کو گمان رہتا ہے کہ جو وہ کرتا ہے اس کی مجبوری ہے اور ٹھیک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ان کی مجبوری کو نہیں دیکھے گا۔ انسان کو اپنے حالات وسائل کے اندر خواہشات کو محدود کرنا چاہئے۔

اعمال افضل ہیں:

ارشاد فرمایا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عورت بال کاٹتی تھی اور کہتی تھی کہ اگر بال لمبے رکھے جائیں تو جوئیں پڑ کر آپس میں زنا کرتی ہیں۔ اس لئے بال کٹواتی ہوں۔ یہ اس کی فضول بہانہ بازی تھی۔ جھوٹی دلیل بندے کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس قسم کے دلائل شریعت کی باتوں کو رد نہیں کر سکتے۔ کہا تو یہ گیا ہے کہ ایمان سب سے بڑی دولت ہے لیکن دنیا دار سمجھتا ہے کہ دولت سب سے بڑی چیز ہے۔ آج کل مال کی جو قدر ہے وہ اعمال کی قدر نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ اعمال افضل ہیں۔

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھ کو فکر معاش

کمائی کا ذریعہ:

ارشاد فرمایا، بہت کم بیویاں ایسی ہوں گی جو پوچھتی ہوں گی کہ آپ کا ذریعہ معاش حلال ہے یا حرام ہے۔ وہ بڑی قسمت والی ہوگی جو یہ پوچھتی ہوگی کہ آپ کی کمائی کا کیا ذریعہ ہے۔ پیسہ کہاں سے کما کر لا رہے ہو۔ آج کی عام عورت پیسہ چاہتی ہے صرف پیسے کو ہی سب کچھ سمجھا ہوا ہے خواہ حرام کا ہی لے کر آجائے۔ عورت مرد کو مجبور بھی کرتی ہے اور عورت ہی مرد کو حرام کمانے سے بچا بھی سکتی ہے۔ پیسے کا کمانا ایسا ہے جیسے پتھر کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جانا اور خرچ کرنا

ایسا ہے جیسے چونٹی سے پتھر کو لڑھکا دینا۔ غیر ضروری اشیاء کو خریدنے والے بعض اوقات ضروری اشیاء کو بھی بیچنے پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔

زکوۃ اور سود کی مثال:

ارشاد فرمایا، بعض آدمیوں کو پیسے کی زکوۃ دینا بوجھ اور مصیبت نظر آتا ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے زکوۃ شدہ پیسہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر ہمیں اعتماد نہیں ہے؟ زکوۃ میں برکت ہوتی ہے۔ زکوۃ دی ہوئی دولت بڑھتی ہے اور سود کا پیسہ گھٹتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ بکری دو یا تین بچے دیتی ہے۔ شہروں میں سینکڑوں کی تعداد میں بکریاں ذبح ہوتی ہیں مگر پھر بھی بکریوں کے ریوڑ پھرتے نظر آتے ہیں اور سود کی مثال کتیا کے بچوں کی طرح ہے۔ کتیا دس دس بچے بھی دیتی ہے مگر ذبح نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے سے ہی کام میں اور مال میں برکت ہوتی ہے۔

مصروفیت کو عذر بنانا:

ارشاد فرمایا، اگر دفتر والے سے پوچھیں تو کہتا ہے کہ ترقی کے بعد نماز شروع کروں گا۔ کوئی کہتا ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد نماز کی پابندی کروں گا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حج کرنے کے بعد نماز کی پابندی کریں گے۔ حدیث کا مفہوم ہے آج کل آج کل کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ ہم ان مصروفیتوں کو اپنا عذر نہ بنایا کریں۔ ہمیں ان مصیبتوں اور معذوریوں کے ساتھ ہی عبادت کرنی ہے۔ یہی ہمت کے کام ہیں۔ بڑے بڑے ائمہ نے مصیبتوں میں ہی بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ جیل سے نکل رہا ہے، کبھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے مارے جا رہے ہیں، کبھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو

گدھے پر بٹھا کر سڑکوں پر پھرایا جا رہا ہے۔ لیکن پھر بھی ان کی عبادت و معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔

مصروفیت کا جواز:

ارشاد فرمایا، قیامت میں ایک آدمی کو لایا جائے گا وہ کہے گا میرا کنبہ بڑا تھا اس لئے مصروف رہتا تھا۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو سامنے لایا جائے گا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے حالات بتائے جائیں گے پھر پوچھا جائے گا کہ بتا تو عبادت کے وقت کو مصروف کیوں رکھتا تھا۔ اگر دل سے مان لیا جائے تو کام آسان ہو جاتا ہے۔ دل میں اللہ کی یاد ہونی چاہئے۔

چار خوبیوں والا آدمی:

ارشاد فرمایا، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے وصیت فرمائی کہ چار خوبیوں والا آدمی میری نماز جنازہ پڑھائے گا۔ بعض کا جنازہ پڑھنے سے جنازے والے کو فائدہ ہوتا ہے اور بعض جنازے والے کی وجہ سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ چار شرائط یہ تھیں۔

1. پہلی بات یہ ہے کہ بلوغت کے بعد کبھی تہجد کی نماز قضا نہ ہوئی ہو۔
2. کبھی بھی کسی غیر محرم پر اس کی نظر نہ پڑی ہو۔
3. کبھی بھی عصر کی سنتیں نہ چھوڑی ہوں۔
4. کبھی بھی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو۔

جب ان شرائط کو پڑھا جاتا ہے تو دل کانپ جاتا ہے۔ آج کے دور میں ایک شرط کا پایا جانا بھی بڑی بات ہے۔ یہ ساری شرائط و خوبیاں وقت کے

بادشاہ شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ میں تھیں۔ جس نے قسم کھا کر اعلان کیا کہ یہ چاروں خوبیاں مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ انہوں نے پھر نماز جنازہ پڑھائی۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر بادشاہ ایسی خوبیاں لے کر دربار خداوندی میں حاضر ہوں گے تو ہمارے بہانے وہاں کیسے چل سکیں گے۔ دوستو! ان بہانوں کو ختم کرو اپنی زندگی میں سنت نبوی کو لاگو کرو تا کہ صالح انقلاب آئے۔ اگر انہی بہانے بازیوں میں موت آگئی تو پھر آخرت میں ہمارا کیا بنے گا۔

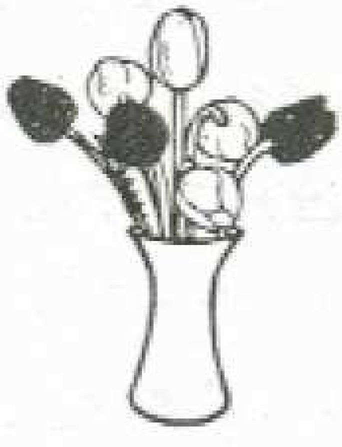

مجلس 16

ماہ رمضان کی برکات

جنت کی سیل:

ارشاد فرمایا، قرآن پاک ضابطہ حیات ہے، منشور حیات ہے، بلکہ سچ پوچھو تو آب حیات ہے۔ 3 رمضان المبارک کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صحیفے ملے، 6 رمضان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات ملی، 12 رمضان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ملی، 18 رمضان کو حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور ملی، 27 رمضان کو حضور ﷺ پر قرآن حکیم نازل ہوا۔

ارشاد فرمایا، حضور ﷺ اس رمضان کے مہینے کے منتظر رہا کرتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! تو ہمیں رمضان تک پہنچا دینا۔ اگر رمضان میں آنکھ، دل، دماغ، زبان نہ بدلی تو پھر ہم نے رمضان سے کیا پایا۔ بعض شہروں میں سیل لگی ہوتی ہے زیادہ قیمت کی چیز کم قیمت پر مل جاتی ہے۔ جب رمضان پر نگاہ ڈالی جاتی ہے تو رمضان میں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جنت کی سیل لگا دی گئی ہے۔ اس سیل کا اندازہ مندرجہ ذیل حدیث سے کیجئے کہ رمضان میں نفلوں کا ثواب

فرضوں کے برابر اور فرضوں کا ثواب ستر فرضوں کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ مفہوم حدیث ہے اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر رات میں ایک قبیلہ کی بھیڑوں اور بکریوں کے بالوں کے برابر انسانوں کی بخشش فرما دیتے ہیں۔

امت کی فکر:

ارشاد فرمایا، ایک دفعہ صحابہؓ نے آپ ﷺ کو گھر میں دیکھا، مسجد میں دیکھا، کہیں نہ ملے صحابہؓ تو مدینہ کی گلیوں میں حضور ﷺ کی خوشبو سے پہچان لیتے تھے۔ آپ ﷺ ایک باغ میں سجدہ ریز تھے اور امت کی بخشش کی دعا مانگ رہے تھے۔ نبی ﷺ کو امت کی فکر رہتی تھی۔ رمضان میں بخشش نہ ہونے والے کے لئے جبرئیل علیہ السلام نے بد دعا کی اور حضور ﷺ نے اس پر آمین کہی۔ سوچیں ذرا اگر ہم نے رمضان میں بھی اپنی بخشش نہ کروائی تو ہمارا کیا بنے گا؟ اولیاء اللہ رمضان میں بار بار بخشش مانگتے تھے کہ پتہ نہیں تو نے معاف کر دیا ہے یا نہیں؟ وہ اس مہینہ میں خوب عبادت اور دعائیں کرتے تھے۔ اگر کوئی دعا مانگے اور دل کسی اور طرف ہو تو ایسے ہی ہے جیسے ہاتھ پھیلائے کسی اور آدمی کے سامنے اور منہ کرلے کسی اور کی طرف۔

توبہ کی قبولیت:

ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے شیطان سے کہا نکل جا تو مردود ہے۔ شیطان نے قسم کھا کر کہا، اے اللہ! اولاد آدم میں سے اکثر کو تو شکر گزار نہیں پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ مرنے سے پہلے تک توبہ قبول کرتا رہوں گا۔ اگر گناہوں کی بدبو ہوتی تو ہمارے جسموں کے اندر سے اتنی بدبو آیا کرتی کہ لوگ قریب ہی نہ بیٹھ سکتے۔ اگر کسی کے گناہ ستاروں کے برابر،

درختوں کے پتوں اور ریت کے ذروں کے برابر بھی ہوں تو توبہ کرنے پر بخش دیئے جائیں گے۔

صبح توبہ ہے شام توبہ ہے
میرے لب پہ دوام توبہ ہے
باثر ہے بے اثر تو جان
میرے کرنے کا کام توبہ ہے

نیت کی خرابی:

ارشاد فرمایا، اگر تو سو دفعہ بھی توبہ توڑ دے گا اور پھر توبہ کرے گا تو وہ پھر توبہ قبول کرے گا۔ توبہ میں بنیادی کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ ہماری نیت خراب ہوتی ہے کیونکہ سچے دل سے توبہ کرتے ہی نہیں ہیں۔ اگر پچھلے گناہوں پر ندامت ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو تو یہ توبہ جلدی قبول ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات انسان احد پہاڑ کے برابر گناہ کر لیتا ہے۔ زمین چیختی ہے کہ اے اللہ! مجھے پھٹنے کی اجازت دے کہ فلاں کو اس کے گناہوں کی وجہ سے نگل جاؤں۔ مگر اللہ تعالیٰ مہلت دیتے رہتے ہیں کہ شاید باز آ جائے۔ جب انسان حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ آ جاتی ہے۔ یہاں کسی نے مستقل نہیں رہنا۔ نہ فرعون رہا، نہ ہامان رہا، بلکہ اطباء، حکماء نہ رہے نہ افلاطون رہا، نہ شیکسپیئر رہا، نہ مونا لیزا رہی نہ ام کلثوم رہی سب کو موت نے پچھاڑ دیا۔

کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے
کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مجلس 17

دعا مانگنے کا مقصد

اللہ تعالیٰ کی رضا:

ارشاد فرمایا، ختم قرآن کا موقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی رحمت کا موقع ہوتا ہے۔ جو لوگ قرآن کی زبان کو سمجھتے ہیں وہ اس کی لذت اور چاشنی کو مانتے ہیں۔ ختم قرآن کے وقت عجیب انوارات نازل ہوتے ہیں جو کہ دل والوں کو محسوس بھی ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا، اصل چیز ہے اللہ تعالیٰ کی رضا، جس کو یہ نصیب ہو جائے وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ ہمیشہ اپنی دعاؤں میں اللہ کی رضا کو مانگا کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا تو آخر کار سب راضی ہو جائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اور پرہیزگاری مانگیں جو کہ تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ حضرت اماں عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا اگر شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا مانگوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی یہ بہت ہی جامع دعا ہے دل سے پڑھا کریں۔

دعا مانگنے کا اصل مقصد:

ارشاد فرمایا، دعا مانگنے کا ہمارا اصل مدعا تو معافی ہے لیکن دعا سے پہلے تمہید باندھنی بھی ضروری ہے۔ جب بھی دعا مانگے پہلے حمد پڑھے، پھر درود، پھر دعا اور پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔ جیسے کوئی نوکر ہو وہ آقا سے سوال کرتا ہے تو پہلے انعام و احسان کا تذکرہ کر کے پھر مانگتا ہے۔ کہتا ہے پہلے ہی تیرے بڑے احسان ہیں مزید عطا کر دیں تو تیری مہربانی ہوگی۔ ہم اللہ سے مزید نعمتیں تو مانگتے ہیں لیکن پہلی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ کسی غریب بندے کو بھی کہیں کہ 10 لاکھ لے لو آنکھیں نکالنے دو وہ بھی اس بات پر نہیں تیار ہوگا۔ یہ ہمارا جسم ہمارے پاس اللہ کی ایسی نعمت ہے کہ صرف اسی نعمت کا ساری زندگی شکر ادا کرتے رہیں تو نہیں کر سکتے۔

دعا کی لذت حاصل کرنا:

ارشاد فرمایا، جنہیں دعائے نیم شبی کی لذت مل جاتی ہے وہ بھی بڑے بخت والے لوگ ہوتے ہیں۔ دعا کی لذت کا مل جانا بڑی بات ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دعا میں دل لگنا یہ بھی روحانی ترقی کی علامت ہے۔ دعا کرتے ہوئے دل کا تار اللہ سے جڑ جائے تو پھر دعا مانگنے میں اتنا سرور ملتا ہے کہ انسان اردگرد کے ماحول کو بھی فراموش کر دیتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں اتنا ڈوب جاتا ہے۔

صبر و شکر کا واقعہ:

ارشاد فرمایا، صحابہؓ کی کیفیت سنتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں۔ ایک صحابیؓ کے ایک تہبند نیچے اور ایک تہبند جسم کے اوپر ہوتی تھی۔ صحابہؓ نے ایک دفعہ حضورﷺ سے عرض کیا کہ فلاں صحابیؓ پتہ نہیں جلدی کیوں چلے جاتے ہیں۔ حضورﷺ نے اس صحابیؓ سے پوچھا، آپ نماز پڑھ کر جلدی کیوں چلے جاتے ہیں؟ فرمایا، میرے اور میری بیوی کے ستر کو چھپانے کے لئے صرف دو چادریں ہیں ہم نے گھر میں غار بنا لیا ہے۔ ایک اس میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہے تو دوسرا نماز پڑھ لیتا ہے۔ عورت کو گھر جا کر یہ بات بتائی تو عورت کہنے لگی کہ تو نے اللہ کے محبوب ﷺ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی شکایت کی ہے۔ اگر شریعت مجھے اجازت دیتی تو میں تجھے طلاق دے دیتی۔ سبحان اللہ، صحبت نبوی ﷺ کے صدقے صحابیات کے اندر بھی ایسا صبر و تحمل تھا کہ حیرت ہوتی ہے۔ اگر زندگی میں صبر و استقامت کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو یہ ہزار کرامتوں سے بھی بہتر ہے۔ صبر اور شکر کے ساتھ زندگی گزارنا بڑی بات ہے۔

مشکل حالات سے گھبرائیں نہیں:

ارشاد فرمایا، اماں عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے چولہے میں گھاس اگ آیا کرتی تھی۔ کتنا کتنا عرصہ گزر جاتا تھا آگ جلانے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے حالات زندگی یوں تھے کہ انسان کو نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لئے تنگی ترشی کو پسند کیا اس لئے امتیوں کو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہئے۔ اماں عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارا گزارا

دو چیزوں پر ہوا کرتا تھا۔ ایک پانی دوسری کھجور۔ ارشاد فرمایا، صحابہؓ ایک غزوہ میں گئے تو ہر روز ایک کھجور ملا کرتی تھی اور پھر پتے کھانے لگ گئے۔ صحرا میں ایسا وقت آیا کہ پانی بھی نہیں ملتا تھا، پھر حد یہ ہوگئی کہ جانوروں کو ذبح کر کے ان کی آنتوں سے منہ کی خشکی کو دور کرتے اور اس حال میں جہاد کے لئے سفر کرتے رہے۔ فرمایا کبھی ایسے مشکل حالات ہمارے لئے پیدا ہو جائیں تو ان واقعات سے سبق سیکھتے ہوئے ہمارے قدم ڈگمگانے نہیں چاہئے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

تقویٰ کی زندگی:

ارشاد فرمایا، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سکھ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایمان کی دولت سے نواز دیا۔ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سکھ کا بیٹا ہو کر تفسیر لکھتا ہے اور وارث شاہ سید ہو کر ہیر رانجھا لکھتا ہے۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند میں شیخ الہند سے تعلیم پائی۔ حضرت لاہوری کے پاس کوئی آدمی آیا اور اپنی تنگدستی بیان کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، تقویٰ کی زندگی بسر کرو رزق کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی سے رزق میں برکت ہو جاتی ہے اور گناہوں کی دلدل میں پھنس جائیں تو بے برکتی ہی بے برکتی ہے۔

جیتی جاگتی جنت:

ایک اور واقعہ ارشاد فرمایا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کا واقعہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں، میرے سسر بڑے دانش مند تھے انہوں نے مجھے اس

وقت پہچان لیا جب احمد علی، احمد علی نہیں تھا۔ اب تو احمد علی، احمد علی ہے۔ میرے سسر کی بچی جب جوان ہوئی تو انہوں نے اس کے لئے ایک قابل اور نیک بندہ ڈھونڈنے کے لئے مدارس کا دورہ کیا اور دیو بند پہنچے۔ حضرت لاہوری کے بارے میں پتہ چلا تو ان کے حالات معلوم کیے اور استادوں کے ذریعے بات طے ہوگئی۔ نکاح کے بعد بیوی کو لے آئے، بڑی تنگدستی سے وقت گزار احتی کہ میاں بیوی کئی کئی دن پتے کھا کر گزارا کرتے تھے۔ بیوی جب میکے واپس گئی تو ماں کے پوچھنے پر کہا کہ اماں میں تو سنتی تھی کہ مر کر جنت میں جائیں گے میں تو دنیا میں ہی جیتی جاگتی جنت میں پہنچ گئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی صابرہ شاکرہ بیوی عطا کی۔ ان کے صبر کی برکت سے پھر رزق کے دروازے کھلتے چلے گئے حتیٰ کہ پھر ایسا وقت آیا کہ سرگودھا کے کلیار خاندان کی عورتیں برکت کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر جھاڑو دینے کے لئے آتیں تھیں۔

مجلس 18

دین اور دنیا کو برابر سمجھنا

خوبی اور خامی.

حضور ﷺ نے فرمایا، دنیا کی زندگی مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ زندگی ادھار کا مال ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہماری مہلت کم ہو رہی ہے۔ یہ باتیں اگر کسی کی سمجھ میں آجائیں تو عبادت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا مشکل نہ رہے۔ زندگی سے دل نہ لگائیں یہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ کسی نے دنیا کی زندگی کو عیش کی زندگی بنا لیا اور کوئی اخروی زندگی کی عیش ڈھونڈنے کی فکر کر رہا ہے۔ فرض کریں کسی گلاس میں آدھا پانی بھرا ہے۔ کوئی کہتا ہے الحمد للہ گلاس آدھا بھرا ہوا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ دیکھو جی، آدھا گلاس خالی ہے۔ ایک نے خوبی کو ڈھونڈا دوسرے نے خامی کو ڈھونڈا۔ اللہ والے اس انداز سے سوچتے ہیں کہ ہماری زندگی کی مہلت کم ہو رہی ہے۔

استحضار رکھنا:

ارشاد فرمایا، ایک تو ہوتا ہے کسی چیز کو جاننا اور ایک ہوتا ہے کسی چیز کا

استحضار رکھنا۔ مثلاً کیا کوئی شخص یقین سے کہہ سکتا ہے کہ مجھے شام تک موت نہیں آئے گی؟ یا کوئی یہ کہہ دے کہ میں نے موت کی تیاری کر لی ہے۔ موت کی تیاری کرنے والوں کا حال ایسا نہیں ہوتا کہ لمبی تان کر سوتے رہیں۔ وہ نیک اعمال کو مؤخر نہیں کرتے ہیں۔ دنیا کی سب چیزیں فانی ہیں جو فانی چیزوں سے دل لگائے وہی بیوقوف ہوتا ہے۔ ہم زندگی کو اس انداز سے دیکھیں کہ ہماری مہلت دن بدن گھٹ رہی ہے!

تین قسم کے دن:

ارشاد فرمایا، بزرگوں نے لکھا ہے کہ دن تین قسم کے ہوتے ہیں ایک گزشتہ کل، ایک آئندہ کل اور تیسرا آج کا دن ہے۔ آج کے دن کی قدر کرنی چاہئے۔ آج کی فکر جس نے کر لی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اپنے آج کو فراموش کر دیا وہ بھٹک گیا وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ آج وقت ہے موقعہ ہے سچی اور پکی توبہ کر لیں۔ اس کل کے دھوکے نے کئی انسانوں کو تباہ کر دیا۔ جیسے دکان پر بیٹھ کر کہتے ہیں کہ دولت کمانی پڑتی ہے تب ملتی ہے اسی طرح نیکی بھی کمانی پڑتی ہے۔ اگر دل میں اللہ کی محبت کی آگ لگی ہو تو انسان تڑپتا رہتا ہے۔ یہی تڑپ اسے راہ راست پر رکھنے میں مدد دیتی ہے اور نیک کام کا جذبہ عروج پر پہنچ جاتا ہے۔

زندگی کی مثال:

ارشاد فرمایا، بزرگوں نے لکھا ہے کہ ایک شخص کے پیچھے شیر لگ گیا۔ وہ بھاگا اور کنویں میں چھلانگ لگانا چاہی۔ دیکھا تو ایک ناگ کنویں میں تیر رہا ہے۔ وہ آدمی کنویں کی گھاس پکڑ کر لٹک گیا۔ اس نے دیکھا کہ دو سفید اور سیاہ چوہے تھے جو اس گھاس کو کاٹ رہے ہیں۔ پھر کیا دیکھتا ہے کہ شہد کا ایک چھتہ ہے جس پر

واپس نقیر
بے مکھیاں اڑ چکی ہیں اور چھتہ خالی ہو گیا ہے۔ یہ آدمی سب چیزوں کو بھول کر شہد کھانے میں مشغول ہو گیا۔ بزرگوں نے یہ مثال ہماری زندگی کے لئے دی ہے۔ ملک الموت شیر کی طرح ہے قبر کنواں ہے۔ گھاس زندگی ہے اور لذات دنیا شہد کی طرح ہیں اور دن رات چوہے ہیں جو زندگی کو کاٹ رہے ہیں۔

عقلمند انسان:

ارشاد فرمایا، ایک ہے پھنس جانا اور ایک ہے دھنس جانا، دھنس جانے کا مطلب ہے کہ وہ بغیر کسی سہارے کے نکل نہیں سکتا اس لئے کسی باخدا آدمی کے سہارے کی ضرورت ہے۔ جو ہمارے نکلنے سے پہلے ہمیں ان مصروفیات سے نکالے۔ فرمایا زندگی کی قدر موت سے پہلے کر لینا ہی عقلمندی ہے۔ یہ چار دن کی چاندنی ہے۔ جوانی کے ان دنوں کی قدر کر لیں۔ جو جوان عبادت میں مستغرق رہتا ہو قیامت میں وہ اللہ تعالیٰ کے سائے میں رہے گا۔ بڑھاپے میں دل تو بعض اوقات ساتھ دیتا ہے مگر جسم ساتھ نہیں دیتا۔ جوانی میں سوچتے ہیں کہ ابھی تو لذت حاصل کرنے کے دن ہیں بڑھاپے میں عبادت کر لیں گے اور جب جوانی کے دن گزر جاتے ہیں تو بڑھاپا انسان کو کمزور اور لاغر کر دیتا ہے۔ پھر انسان چاہتا ہے کہ کوئی نیک کام کرے مگر ہمت نہیں ہوتی۔

دین دنیا برابر:

ارشاد فرمایا، ایک آدمی حکیم کے پاس گیا کہا، روٹی ہضم نہیں ہوتی۔ حکیم نے کہا بڑھاپا ہے۔ کہا کہ تھک جاتا ہوں، حکیم نے کہا، بڑھاپا ہے۔ تو وہ بوڑھا ناراض ہو گیا۔ حکیم صاحب نے کہا، معاف کرنا یہ بھی بڑھاپے کا نتیجہ ہے۔ بوڑھے بھی جوانی کے گناہوں سے معافی مانگ سکتے ہیں۔ اگر بڑھاپے میں بھی

غفلت سے جان نہ چھوٹے تو بڑھاپے میں بھی معافی مانگنا مشکل ہو جاتا ہے۔ دین و دنیا کو برابر رکھنا ہو تو جتنا وقت دنیا کو دیتے ہیں اتنا دین کو بھی دیں۔ جتنے بچے انگریزی سکولوں میں بھیجتے ہیں اتنے دینی مدارس میں بھی بھیجیں۔ چھ بچے ہیں تو تین دنیا کے لئے اور تین دین کے لئے وقف کریں۔ سارا وقت تو دنیا کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں کہ دین دنیا برابر ہیں۔

ساری زندگی ضائع کردی:

ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، کچھ بچے ایک جزیرہ میں رہتے تھے۔ دوسرے جزیرہ میں سکول جایا کرتے تھے۔ ایک دن کشتی میں سوار ہو کر جا رہے تھے بوڑھے ملاح سے سوال کرنے شروع کردیئے۔ ایک بچہ پوچھنے لگا، مسئلہ فیثا غورث کیا ہے؟ بوڑھے نے کہا، نہیں آتا۔ دوسرے نے پوچھا، کیمسٹری آتی ہے؟ کہا، نہیں آتی اور خاموش ہو گیا۔ تیسرے نے کہا، ہمارے جزائر خط استوا کے کس طرف ہیں۔ بچے بوڑھے کے جواب پر ہر دفعہ کہتے بوڑھے! تم نے تو آدھی زندگی ضائع کردی۔ کچھ دیر بعد سمندر میں طوفان آ گیا۔ ملاح نے کہا، کیا تمہیں تیرنا آتا ہے؟ انہوں نے کہا، نہیں آتا۔ ملاح نے کہا، پھر تو تم نے ساری زندگی ضائع کردی۔ اسی طرح سب لوگوں کو آخرت میں پتہ چلے گا کہ کیا کچھ ضائع کر دیا۔ کتنا وقت کسے دینا چاہئے تھا وہ زندگی میں کیا کرتے رہے۔

شیخ سے محبت و عقیدت:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کی خود اپنی پرواز اتنی تیز تھی کہ اپنے شیخ و مرشد کو ایک مقام پر رکا ہوا دیکھا ترقی نہیں ہو رہی

تھی تو شیخ سے عرض کیا۔ شیخ نے ان سے توجہ کرنے کے لئے کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ کو توجہ دی جس سے ان کو ترقی نصیب ہوئی۔ 6-5 دن تک توجہ دیتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے شیخ سے محبت وعقیدت اور ادب واحترام میں کوئی فرق نہ پڑا۔ جو واقعی حقیقت میں مخلص ہوتے ہیں وہ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ خود بے شک اعلیٰ مدارج تک پہنچ جائیں مگر مشائخ کی قدر ومنزلت میں کمی نہیں آنے دیتے۔

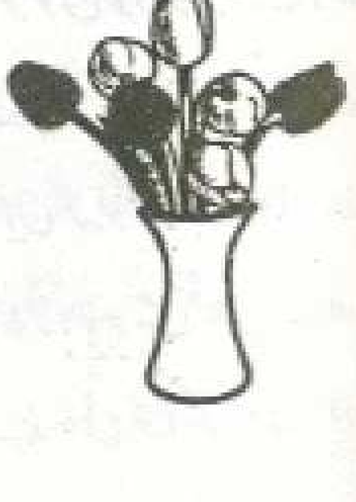

مجلس 19

دولت اور ہوس

دنیا دار طبقہ:

ارشاد فرمایا، اگر کوئی بازار میں ایمانداری سے کاروبار کر رہا ہے تو وہ عبادت کر رہا ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو مصلّی پر بیٹھے دنیا دار ہیں۔ یعنی دل میں طلب دنیا ہے اور طلب حق نہیں ہے محض لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ بقول امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کتنے لوگ ایسے ہیں جو غلاف کعبہ کو پکڑے ہوئے روتے ہیں اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر یہی چاہتے ہیں کہ لوگ مجھے عبادت کرتے ہوئے دیکھیں؛ دنیا دار طبقہ ہے۔ انسان دنیا کے کاروبار میں مصروف تو رہے لیکن اس کا دل اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہونا چاہئے دل ذاکر رہے اور ہاتھ کام کاج کرتے رہیں۔

مال و دولت کی ہوس:

ارشاد فرمایا، کتنے اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں جن کو مال و دولت دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کی خاطر دل میں مال و دولت کی ہوس نہ رکھی بلکہ اللہ رب العزت

زندگی گزاری اور کتنے ہی غریب لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کا حشر
کی پسندیدہ
قارون کے ساتھ ہوگا کیونکہ ان کے دلوں میں مال و دولت کی ہوس ہوگی۔ دیکھنا
تو یہ ہے کہ مال و دولت دل میں ہے یا جیب میں ہے۔ مال و دولت کی حقیقت ہی
کیا ہے یہ تو چار دن کی چاندنی ہے، یہ تو ادھار کا مال ہے جو واپس لے لیا جائے
گا۔ ہمیں مال و دولت پر تکبر و غرور نہیں کرنا چاہیے۔ مال و دولت کسی کا نہیں بنتا
یہ ہاتھوں کی میل ہے، بہت جلد زوال پذیر ہو جائے گا۔

متکبر بادشاہ کا واقعہ:

ارشاد فرمایا، کہ ایک متکبر بادشاہ تھا جس کے پاس خزانے بہت سارے تھے
اور اس دولت کے نشے نے اس کے دماغ کو خراب کر دیا تھا۔ بیمار ہوا، پیٹ میں
ریح پیدا ہوئی، خارج نہ ہوتی تھی۔ ریح شدت اختیار کر گئی تو اطباء کو بلایا۔ اطبا
کی دوائیوں کا مطلق اثر نہ ہوا، بچوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔
اطباء کی منتیں کرتا رہا لیکن کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ ادھر سے ایک اللہ والے کا
گزر ہوا۔ بادشاہ کی بابت پتہ چلا کہ ریح کا اخراج نہیں ہو رہا۔ تکلیف برداشت
سے باہر ہو رہی ہے اور بادشاہ منت سماجت کر رہا ہے۔ یہ اللہ والے فرمانے
لگے، میرے پاس ایک دوا ہے جس سے تکلیف دور ہو جائے گی لیکن یہ تخت و تاج
اس کی قیمت ہوگی۔ بادشاہ نے کہا، تخت و تاج دے دوں گا لیکن میری تکلیف
دور ہو جائے۔ بزرگ نے پانی پر دم کر کے پلایا ریح خارج ہو گئی۔ اگر ایک
جنرل کے حکم میں اتنا اثر ہے کہ فوجیں حرکت میں آ جاتی ہیں تو کلام الٰہی میں کیا
اثر ہوگا۔ کلام الٰہی کی یہ تاثیر تھی کہ تکلیف دور ہو گئی۔ بادشاہ نے تخت و تاج
بزرگ کو دینا چاہا تو انہوں نے فرمایا، میں ایسے تخت و تاج کو کیسے قبول کروں جس

کی قیمت گندی ریح کا خارج ہونا ہے۔ فرمایا، بس ایک بات یاد رکھنا کہ آنکھ وہ حکومت بہت ایمانداری سے کرتا۔

ایمان سے غفلت:

ارشاد فرمایا، اگر نماز کے لئے کسی کو کہا جائے تو کہتے ہیں بالکل فرصت نہیں ہے۔ ایمان کو بھی تو بچانا ہے یہ کہاں لکھا ہے کہ کسب حلال کی خاطر ایمان ہی سے غفلت اختیار کر لی جائے۔ اگر حلال فرض ہے تو ایمان کو بچانا اس سے بھی زیادہ فرض ہے۔ ایمان پر تمام چیزوں کا دارومدار ہے اگر اس ایمان میں خلل آ گیا تو سارے اعمال کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

مسلمانی کے تقاضے:

ارشاد فرمایا، ایک دکان دار دوسری دکان لینے کے لئے دعا کرتا ہے، پوچھا جائے کہ دوسری دکان کیسے چلے گی آپ کو تو فرصت نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ وقت نکال لیں گے۔ اگر دکان کے لئے فرصت نکل سکتی ہے تو ایمان کے لئے کیوں فرصت نہیں نکلتی۔ اصل وجہ یہ ہے کہ ایمان کی اہمیت دلوں میں نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کو پتہ ہی نہیں کہ ایمان کے ارکان کیا ہیں؟ غسل کے فرائض کیا ہیں؟ بس نام کے مسلمان ہیں اور مسلمانی کے تقاضوں سے شدید غفلت کا شکار ہیں۔ بعض دوست معمولی معمولی بہانہ سے اپنے اوراد و وظائف چھوڑ دیتے ہیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے ایسی گھڑی کبھی نہیں آئے گی کہ کوئی پریشانی نہ ہو، اتنی زیادہ پریشانیوں اور مشکلات میں رہ کر اوراد و وظائف کرتا ہیں۔

عبادت کا شغل:

ارشاد فرمایا، ہم امید تو بڑی آگے تک رکھتے ہیں مگر عمل کی کوشش نہیں

کرتے۔ توقع جنت کی فضا کی رکھتے ہیں اور ذرا سی پریشانی آجائے تو گھبرا جاتے ہیں۔ دنیا میں کوئی نہ کوئی غم و پریشانی رہا ہی کرتی ہے۔ ان تفکرات کے ساتھ عبادت کرنے کی عادت بنالیں۔ جیسے کوئی شوگر کا مریض احتیاط کے ساتھ زندگی گزار لیتا ہے اسی طرح ہم سمجھیں کوئی نہ کوئی فکر تو رہنی ہے۔ پھر وقت کیوں ضائع کریں۔ ہر فکر کے ساتھ عبادت کا شغل جاری رکھیں بچپن میں جوانی میں شادی کے بعد ہر دور کی جدا پریشانی ہوتی ہے اور عبادت کرنے والے ان سب حالات میں عبادت کرتے ہیں۔

پریشانی کے ساتھ عبادت:

ارشاد فرمایا، ہم زندگی کی تمام فکروں اور پریشانیوں کو زندگی کا حصہ سمجھتے ہوئے خوب محنت کیا کریں۔ ہم نے انہی حالات کے ساتھ رہ کر اللہ کی عبادت کرنی ہے۔ ورنہ یہ کہنا پڑے گا اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ ایک واقعہ ارشاد فرمایا، میرے ایک دوست کے رشتہ دار 90 سال کی عمر کے ہیں بھنویں بھی سفید ہیں اور اس سے عاجزی سے عرض کیا کہ پابندی سے نماز پڑھا کریں۔ بوڑھے میاں نے کہا، ذرا گھٹنے میں درد ہے یہ ختم ہو جائے پھر پڑھوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی غفلت سے بچائے ہمیں ان پریشانیوں کے ساتھ عبادت کرنا ہے اور اللہ کو راضی کرنا ہے۔ غفلت کی زندگی سے توبہ کریں اور رب کو راضی کرنے کا پکا ارادہ کرلیں یہی موقع ہے۔ الحمد للہ۔

ارشاد فرمایا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے جہاز تجارت کے لئے آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دوست نے آکر خبر دی کہ آپ کا جہاز غرق ہو گیا۔ آپ نے کہا کہ الحمد للہ اور خاموش ہو گئے۔ پھر ایک اور دوست

آئے اور کہا کہ ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ وہ جہاز صحیح وسلامت پہنچ گیا۔ پھر الحمدللہ کہا۔ قریب بیٹھنے والے نے وجہ پوچھی۔ فرمایا، ڈوبنے کی اطلاع پر دل کی کیفیت دیکھی دل مطمئن تھا اس پر الحمدللہ کہا دوسری خبر آنے پر دل کی کیفیت دیکھی کہ کوئی خوشی تو نہیں ہوئی اس کیفیت پر الحمدللہ کہا۔ اس طرح دل سے دنیا کی محبت نکل گئی تھی۔

محبت کرنے والا دل:

ارشاد فرمایا، ہم تو سونے کی سل مانگتے ہیں کاش کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنیوالا دل مانگ لیا کریں۔ اگر اللہ کو مانگ لیں گے تو بس کام آسان ہو جائیں گے۔ آج یہ حالت ہوگئی ہے کہ تجارت والا، دفتر والا، حتیٰ کے بغیر کام والا بھی بہانہ کرتا ہے اور خود مطمئن ہو جاتا ہے کہ واقعی میں معذور ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہانے بازی نہیں چلے گی وہ تو پوچھے گا کہ میرے حکموں کو سیکھا کیوں نہیں تھا اور عمل کیوں نہیں کیا تھا۔ اس وقت ندامت، خاموشی اور پچھتاوا ہوگا۔

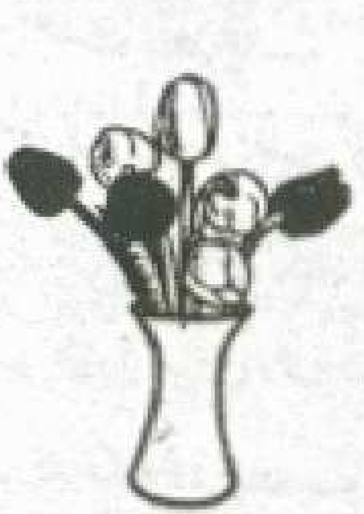

مجلس 20

اللہ کی رحمت

طلب کی مثال:

ارشاد فرمایا، دعا مانگنے میں چند باتوں کا خیال رکھیں۔ پہلے حمد وثنا درود شریف پڑھ کر دل کے یقین سے مانگیں پھر آخر میں درود ہو۔ یقین ایک قلعہ ہے جو اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ارشاد فرمایا، کوئی لچھے دار تقریروں کی ضرورت نہیں ہے اگر مجمع میں طلب ہو تو عجیب عجیب باتیں اللہ تعالیٰ خود ہی زبان سے نکلوا دیتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال اس طرح بیان فرمائی کہ دودھ تو ماں کی چھاتی میں ہوتا ہے لیکن بچے کے رونے سے وہ جوش مارتا ہے اور ماں پلانے کے لئے دوڑتی ہے۔

اللہ کی رحمت:

ارشاد فرمایا، سائل بن کر بیٹھو جس طرح ایک روپے کا سوالی سراپا سوال بن جاتا ہے اسی طرح ہمیں اللہ سے مانگنا ہے۔ دعا بھی عبادت ہے جس کا دل دعا مانگنے میں لگا رہا یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ہزار سال گناہوں میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے تو اللہ کی رحمت اس سے بھی بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ لامحدود ہے اس کی رحمت بھی لامحدود ہے۔ انسان خواہ کتنے ہی گناہ کر جائے پھر بھی وہ گناہ محدود ہیں، اس لئے لامحدود رحمت کے ساتھ محدود گناہوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ رحمٰن نے رحمت کرنے کی قسمیں کھائی ہیں۔

جب گنہگاروں نے رو کے یا غفور کہا
برس پڑا ہے کرم کا سحاب کیا کہنا

اللہ تعالیٰ کی پہچان:

ارشاد فرمایا، ایک نوجوان انڈیا سے ہجرت کر کے آیا اور مکان بنانا چاہا اور اس کے رشتہ دار بچھڑ گئے تھے۔ ایک دن ایک بوڑھا آیا اور مزدوری کے لئے منتیں کرنے لگا اور ہاتھ جوڑنے لگا اور کہتا تھا میرے سفید بالوں کی لاج رکھ لے، مجھے مزدوری پر رکھ لے اس نوجوان کو احساس پیدا ہوا۔ اس کو رکھ لیا اور وہ بڑھاپے کی وجہ سے پورا کام نہ کر سکتا اور اسے باتیں گالیاں اور ڈانٹیں سننا پڑتیں۔ کچھ دن تو بڑے تنگ ہو کر اور دکھی ہو کر گزارے لیکن اس نوجوان کی یہ عادت بن گئی کہ وہ اسے ذلیل کرتا۔ ایک دن بوڑھے نے کہا کہ میرے بھی رشتے دار انڈیا میں تھے وہ آتے ہوئے ادھر ادھر ہو گئے اور پورے حالات

پہان کر دیئے۔ اس سے پتہ چلا کہ بوڑھا اس نوجوان کا رشتہ دار ہے، نوجوان کو یہ جان کر بڑی شرمندگی ہوئی، معافی مانگی اور اسے اپنی کوٹھی میں لے گیا اور ہر طرح عزت افزائی کی۔ معلوم ہوا کہ پہچان نہ تھی تو بے قدری کرتا تھا پہچان ہوئی تو قدر کرنے لگا۔ ہمیں بھی جب اللہ کی پہچان نصیب ہوئی تو ہم اس کی قدر کرنے لگیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق بنا کر اور دل کے تار کو جوڑ کر دعا کریں کیونکہ ایسی دعا کی تاثیر ہی اور ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ ہماری دعاؤں کو رد نہیں فرمائے گا۔

؎ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے